سلسلہ اشاعت نمبر ۵

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ)

حق تو یہ ہے

فقہ حنفی اور اس پر غیر مقلدین کے اعتراضات کی حقیقت



از قلم

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

0344-7519992

التحقیقات الاسلامیہ فاؤنڈیشن

01

☆بسم اللہ الرحمن الرحیم☆

❁فقہ حنفی اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات❁

الحمد للّٰہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین . اما بعد!

عرصہ سو سال سے زیادہ ہو چکا ہے مگر جو فتنہ فقہ خصوصاً فقہ حنفی کے خلاف انگریزوں نے پاک و ہند میں کھڑا کیا تھا وہ ختم ہونے کی بجائے ایک منظم گروہ کی صورت اختیار کر چکا ہے ان کو امداد دینے والوں میں نجدی عرب خصوصاً پیش پیش ہیں یہ گروہ اپنے وجود کی یہ دلیل دیتا ہے کہ تم چونکہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر فقہ کے پیچھے لگ چکے ہو اور فقہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اس لئے تم میں بہت اختلاف ہیں لہٰذا اس اختلاف کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ قرآن وحدیث ہے اور ہمارا ہر معاملہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا ہم میں کوئی اختلاف نہیں، مگر یہ ایک خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں اس کا ثبوت ''فتاویٰ علمائے حدیث،، سے حاضر خدمت ہے ''اور اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزوری جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشا وکلّا اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ (کی حد بندی) کے نشان کو گراتے ہیں اور ملت حنفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل اسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کیلئے وہ حیلے بناتے ہیں کہ جن کیلئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے،،

(۱)فتاویٰ علمائے حدیث : ۸۰،۷۹/۷ مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ خانیوال (۲)فتاویٰ غزنویہ: ۲۰۶/۱

حالانکہ ان کے مدمقابل اہل قرآن یا منکرین حدیث تھے مگر ان سے ان کا کوئی مناظرہ نہیں ہوتا اور

ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہوتا، جھگڑا ہے تو صرف فقہ حنفی والوں سے ہے اور منکرین حدیثوں کی طرح شاذ روایات اور کتر بیونت کر کے عبارات پیش کرتے ہیں اور کم علم لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اس مضمون میں انھی مسائل جن کو غیر مقلدین پیش کر کے فقہ حنفی پر لعن طعن کرتے ہیں اور فقہ حنفی کو قرآن وحدیث کے خلاف بتاتے ہیں کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرونگا اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

❁ مسائل کے ثبوت کے چار دلائل کا ثبوت ❁

فقہ حنفی کا دعوٰی یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کے ثبوت کیلئے چار دلائل ہیں اور یہ بات فقہ حنفی کی ابتدائی کتب مثلاً اصول الشاشی وغیرہ میں موجود ہے اب ان کا ثبوت ملاحظہ ہو

(۲،۱) قرآن وسنت:۔ چونکہ غیر مقلدین خود بھی قرآن وسنت کے قائل ہیں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں

(۴،۳) اجماع وشرعی قیاس:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''جس شخص کو تمہارے میں سے فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکم دے اگر وہ فیصلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حکم دے اگر وہ فیصلہ کتاب اللہ اور نبی ﷺ کے فیصلوں میں نہ ہو تو نیک لوگوں کے فیصلوں کے مطابق حکم دے اگر وہ کام ایسا ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ملے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے احکام میں ملے اور نہ ہی نیک لوگوں کے فیصلوں میں ملے تو ''فَلْيَجْتَهِدْ''، پس اپنی رائے (قیاس) سے اجتہاد کرے........ یہ حدیث جید ہے یعنی صحیح ہے

(۱) سنن نسائی: ۴۶۸/۳ رقم ۵۹۴۵ (۲) السنن الکبرٰی للبیھقی: ۱۱۵/۱۰ رقم ۲۰۸۴۰
(۳) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۵/۸ رقم ۸۸۲۸ (۴) سنن الدارمی: ۷۱/۱ رقم ۱۶۵
(۵) مسند الدارمی: ۴۶۴/۱ رقم ۱۶۷ (۶) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۱/۷ رقم ۲۳۴۴۵
(۷) مصنف عبدالرزاق: ۳۰۱/۸ رقم ۱۵۲۹۵ (۸) جامع بیان العلم وفضلہ: ۸۴۸/۲ رقم ۱۵۹۹

(۹) الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۹۱/۲ رقم ۵۲۹ (۱۰) شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۳۵۴/۱۰
(۱۱) جامع الاصول: ۷۶۷۴/۱۰ (۱۲) کنز العمال: ۸۱۳/۵ رقم ۱۴۴۶۰
(۱۳) مفتاح الجنۃ: ۴۷/۱ (۱۴) حجۃ اللہ البالغۃ: ۳۲۲/۱
(۱۵) مختصر تاریخ دمشق: ۳۶۴/۲

اسی مفہوم کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے دیکھئے

(۱) سنن نسائی: ۲۳۱/۸ رقم ۵۳۹۹ مطبوعہ حلب (۲) الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی: ۸۳/۱
(۳) جامع الاصول: ۷۶۷۵/۱۰ (۴) مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: ۱۹۰/۲۷
(۵) دراسۃ نقدیۃ: ۷۸۶/۲ (۶) ارشاد النقاد الی تیسر الاجتہاد: ۱۷۸/۱
(۷) الاحکام لابن حزم: ۲۴۱/۶ (۸) شرح الزرکشی مطبوعہ بیروت: ۳۷۳/۳ رقم ۳۸۰۲
(۹) اعلام الموقعین: ۲۰۳/۲

اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوٰى ذَالِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: مُحْكَمَةٌ، اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ''

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں اور اس کے علاوہ باقی زائد ہیں (۱) محکم آیات کا علم (۲) قائم کرنے والی سنتوں کا علم (۳) میراث کے حصوں کا ازروئے انصاف علم

(۱) سنن ابوداؤد: ۱۱۹/۳ رقم ۲۸۸۵ (۲) سنن ابن ماجہ: ۲۱/۱ رقم ۵۴
(۳) سنن الکبرٰی للبیھقی: ۲۰۸/۶ رقم ۱۱۹۵۲ (۴) سنن دارقطنی: ۱۱۸/۵ رقم ۴۰۶۰
(۵) جامع بیان العلم وفضلہ: ۷۵۲/۱ رقم ۱۳۸۶ (۶) شرح مذاہب اہل السنۃ: ۴۹/۱ رقم ۴۶
(۷) عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱۰۱/۳۴ (۸) جامع العلوم والحکم: ۷/۲۵
(۹) کنز العمال: ۱۳۲/۱۰ رقم ۲۸۶۵۹ (۱۰) مشکوٰۃ المصابیح: ۵۱/۱ رقم ۲۳۹
(۱۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳۸۷/۱۸ (۱۲) نیل الاوطار: ۱۱۲/۶
(۱۳) تفسیر ابن کثیر: ۲۲۴/۲ (۱۴) تفسیر القرطبی: ۵۶/۵ (۱۵) احکام القرآن لابن العربی: ۱۸۸/۲

مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ میں غیر مقلد حاشیہ نگار لکھتے ہیں ''فریضہ عادلہ اشارہ ہے اجماع وقیاس کی طرف فریضہ اس کو اس لئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے جیسے کتاب وسنت پر اور عدل کے معنی بھی

یہی ہیں (یعنی حجت ہونے میں برابر) اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت، اجماع، قیاس اور جو علم اس کے سوا ہے وہ زائد ہیں (حاشیہ غزنویاں غیر مقلد بر مشکوٰۃ: ۱/٦٦) زیادہ تفصیل کیلئے نورالانوار اور دیگر اہل علم کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں

❁ اجتہادی مسائل میں رسول اللہ ﷺ کا نقطہ نظر ❁

اگر کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں واضح نہ ہو تو ایسے مسئلے کا حل اجماع وقیاس سے کیا جاتا ہے اور کوئی مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا فیصلہ اگر حق کے مطابق ہو تو ٹھیک اور وہ حق تک نہ پہنچے تو اس کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت کوئی حاکم (مجتہد) غور وفکر کے بعد کوئی حکم دے پھر وہ حکم ٹھیک ہو تو اس کو دوگنا اجر ہے اور جو غور وفکر کرے لیکن فیصلہ صحیح نہ ہو جب بھی اس کو ایک اُجر ہے

(۱) سنن نسائی: ۳/٤٦۱ رقم ٥٩٢٠ — (۲) سنن ترمذی: ۳/۳۲٤ رقم ۳٥٧٦
(۳) سنن ابن ماجه: ۳/٤۱۱ رقم ۲۳۱٤ — (٤) مسند احمد بن حنبل: ٤/۱۹۸ رقم ۱٧٨۰۹
(٥) صحیح ابن حبان: ۱۱/٤٤٦ رقم ٥۰٦۰ — (٦) مسند البزار: ۱٥/۱۹۲ رقم ٨٥٧٦
(٧) مسند ابی یعلی: ۱۰/۳۰۹ رقم ٥۹۰۳ — (٨) السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۰/۱۱۹ رقم ۲۰٨۹٧
(۹) مستخرج ابی عوانة: ٧/۲٨۹ رقم ٥۱٤٨ — (۱۰) جامع بیان العلم وفضلة: ۲/٨٨۳ رقم ۱٦٦٤
(۱۱) البدر المنیر: ۹/٥۲٥ — (۱۲) تلخیص الحبیر: ٤/٤٤۱ رقم ۲۰٧۲
(۱۳) الجامع الصغیر: ۱/٤۲ رقم ٥٦٥ — (۱٤) کنز العمال: ٦/٧ رقم ۱٤٥۹۳

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر مجتہد خطاء بھی کرے تو ثواب کا حق دار ہے نہ کہ لعن طعن کا جیسا کہ غیر مقلدین کا شیوہ ہے بالفرض کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خطاء واقع ہوئی ہے تو بھی وہ

کسی طرح لعن طعن کے حق دار نہیں بلکہ بقول نبی ﷺ ثواب کے حق دار ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد ہونے میں تو کسی کو کوئی شک نہیں فقہ حنفی کو مطعون کرنے کیلئے بعض لوگ غیر مفتٰی بہ اقوال پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں جیسے منکرین حدیث موضوع اور شاذ روایات پیش کر کے حدیث کا انکار کرتے ہیں یا عیسائی شاذ قرأتیں پیش کر کے قرآن کو محرف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال کو سمجھ لیا جائے تاکہ کوئی گمراہ اپنی گمراہی میں شامل نہ کر سکے

❁ مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال اور ان کی پہچان ❁

جس طرح کتب حدیث میں صحیح وضعیف اور موضوع ہر قسم کی روایات موجود ہیں اسی طرح کتب فقہ میں راجح اور مرجوح ہر قسم کے اقوالِ موجود ہیں جو کہ مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال کہلاتے ہیں لہٰذا جس طرح حدیث صحیح یا جس حدیث پر امت کا عمل ہو قبول ہے اسی طرح فقہ میں مفتٰی بہ یا راجح قول قبول ہے اور غیر مفتٰی بہ یا مرجوح قول قابل عمل نہیں

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قسم اول ظاہر مذہب کے مسائل ہیں (یعنی معروف) جو بہرحال قبول کئے جائیں گے قسم دوم روایات شاذہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اگر وہ اصول مقررہ کے موافق ہوں تو تسلیم کی جائیں گی ورنہ نہیں قسم سوم متاخرین وہ اجتہادات جن پر جمہور علماء کا اتفاق ہو چکا ہو ان سے بہرحال فتوٰی دیا جائے گا قسم چہارم متاخرین کے وہ اجتہادات جن پر علماء جمہور کا اتفاق نہ ہوا گر وہ مقررہ اصول اور کلام سلف کے موافق ہوں تو تسلیم ورنہ نہیں (بحواله مبادیات فقه ص ٧٤)

(۲) "اَنَّ الْحُكْمَ وَالْاِفْتَاءَ بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَهْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ"

یعنی مرجوح قول پر فتوٰی دینا جہالت اور اجماع سے بغاوت ہے (البحر الرائق: ۱۰/۳۰۹، ردالمحتار: ۱/۱٨٥)

(۳) "وَمَذْهَبُ الْحَنَفِيَّةِ الْمَنْعُ عَنِ الْمَرْجُوحِ حَتّٰى لِنَفْسِهٖ لِكَوْنِ الْمَرْجُوْعِ صَارَ مَنْسُوْخًا"

ترجمہ۔احناف کے نزدیک قول مرجوح چونکہ منسوخ کی مانند ہے اس لئے نہ اس پر فتوٰی دیا جاسکتا ہے اور نہ خود عمل کیا جاسکتا ہے (ردالمحتار: ۱۸۷/۱)

(۴) علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "کہ جو شخص فتوٰی دینا چاہتا ہے یا خود عمل کرنا چاہتا ہے تو اس کو واجب ہے "ان یتبع القول الذی رجحة علماء مذهبه،، ترجمہ: یعنی اس قول کی اتباع کرے جس کو علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے (شرح عقود رسم المفتی ص ۲۵)

(۵) علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں "و معرفة الراجح شرعا ما هو معروف،، یعنی راجح قول کی پہچان شرعاً یہ ہے کہ وہ معروف ہو (فتاوٰی ابن تیمیہ : ۲۲۸/۲۰)

نیز اتباع ائمہ سے انحراف کی اقسام میں چھٹی قسم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فیتمسكون بالقول المرجوح،، یعنی قول مرجوح سے تمسک کرنا اتباع ائمہ سے انحراف ہے

(فتاوٰی ابن تیمیہ : ۱۸۵/۲۰)

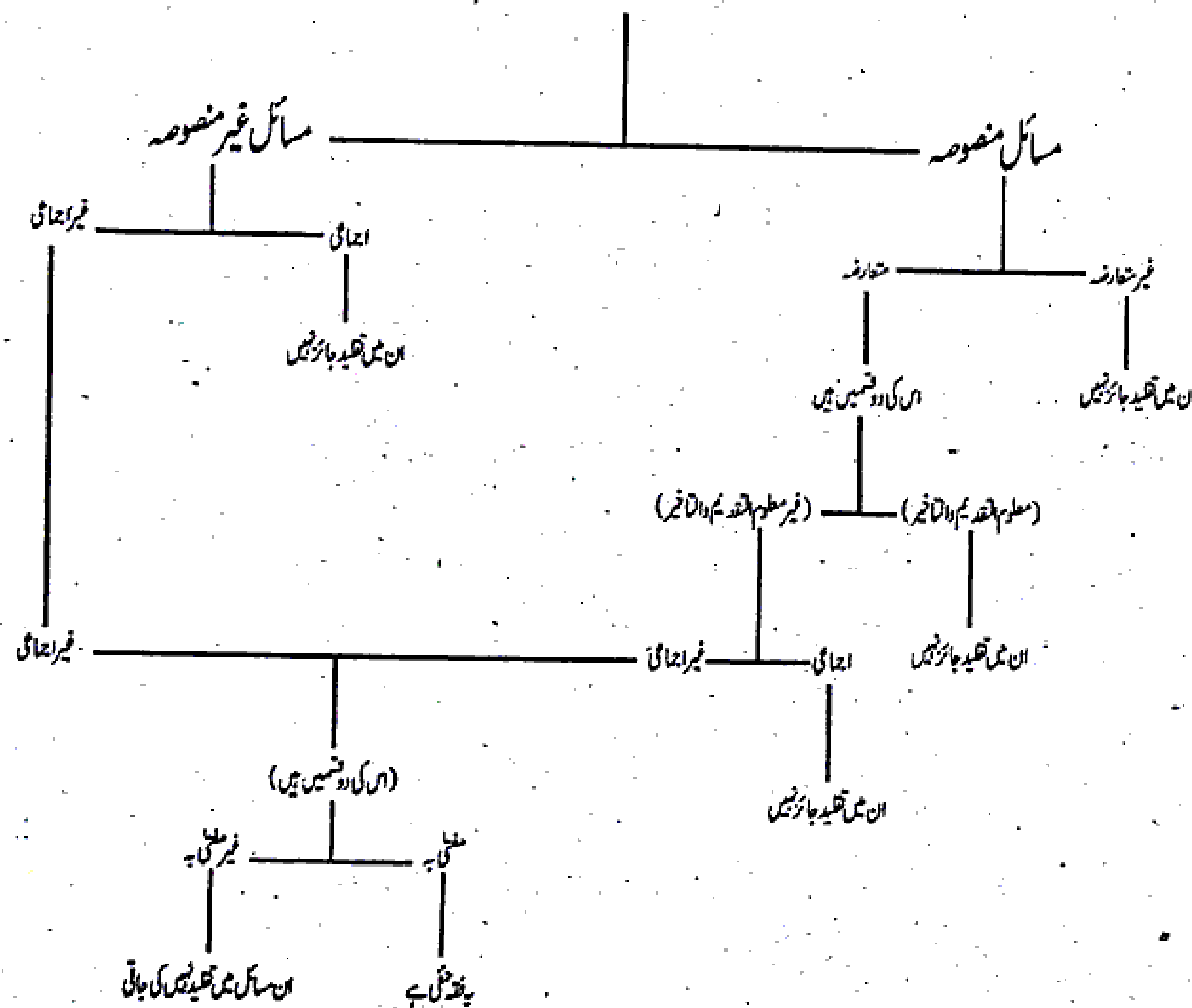
(۶) شیخ عبدالرحمٰن الحلاوی الحنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "فتوٰی دینے والے مفتی کیلئے طبقات فقہاء کا جاننا ضروری ہے

"لیکون علی قدرة كافية فی الترجیع بین القولین المتعارضین،، تاکہ اس کو متعارض اقوال کے درمیان ترجیح دینے کی کافی قدرت حاصل ہو جائے (تیسر الوصول الیٰ علم الاصول ص ۳۲۵)

مختصر یہ کہ جو قول معروف ہو یا جس پر فتوٰی ہو وہ قول مفتٰی بہ ہے اور جو قول غیر معروف، مرجوع اور غیر معمول بہا ہو، وہ غیر مفتٰی بہ قول ہے لہٰذا جو فقہ کا مفتٰی بہ قول ہو اور معمول بہا ہو تو اس کے خلاف کوئی قرآن وسنت پیش کرے اور اس کو خلاف قرآن وسنت ثابت کرے تو انشاءاللہ قبول ہے ورنہ

منکرین حدیث کی طرح ضعیف اور موضوع حدیثیں دکھا کر حدیثوں کا انکار جس طرح دھوکہ ہے اسی طرح ناقابل عمل قول، مرجوع اقوال، غیر مفتٰی بہ اقوال فقہ نہیں بلکہ فقہ حنفی معمول بہا اور مفتٰی بہ اقوال کا نام ہے لہٰذا جو کوئی فقہ حنفی کا قول دکھا کر قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کرے پہلے اس کا فرض ہے کہ اس کو مفتٰی بہ ثابت کرے اور منکرین حدیثوں کے اصولوں سے پرہیز کرے اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر ہدایت والے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے نقشہ ملاحظہ فرمائیے

مسائل کی قسمیں



اس طریقہ سے جو مسئلہ فقہ حنفی کی کتب سے سامنے آئے وہ فقہ حنفی ہے اس مسئلہ کو کوئی قرآن

وحدیث کے خلاف ثابت کرے تو پھر بات ہے کتاب میں کوئی بھی لکھی ہوئی بات کو اٹھا کر شور مچانا جاہلوں کا کام ہے نہ کہ اہل علم کا، اتنی بات اگر سمجھ آگئی ہے تو اب فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیے

❁ فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ❁

اعتراض نمبر۱: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''ھدایہ اولین ص۳۳۰،، میں لکھا ہے ''مدت الرضاعة ثلاثون شهرا عند ابی حنيفة ،، ترجمہ: رضاعت کی مدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیس مہینے یعنی اڑھائی سال ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ نے صریح آیات اور واضح احادیث سے اختلاف کیا ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ آیت نمبر۲۳۳ اور احادیث میں بچہ کے دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دوسال ہے حقیقۃ الفقہ میں اسی طرح کا بیان ہے اس میں در مختار، شرح وقایہ، قدوری کا حوالہ دیا گیا ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ صفحہ نمبر۲۲ تالیف محمد یوسف جے پوری طبع لاہور

جواب: (نمبر۱) یہ مسئلہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ کی ''والوالدت يرضعن اولادهن حولين كاملين،، (آیت۲۳۳) یہ آیت نص صریح نہیں اس میں یہ الفاظ قابل غور ہیں ''فان اراده فصالًا عن تراض منهما ،، یعنی اگر وہ دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' ان يفطماه قبل الحولين و بعده،، یعنی دوسال سے قبل یا بعد دونوں صورتوں میں دودھ چھڑانے کا اختیار ہے (تفسیر ابن جریر: ۳۰۲/۲) اس سے معلوم ہوا کہ یہ نص صریح نہیں یا حقیقۃ الفقہ والے مولوی صاحب کو نص صریح کا علم نہیں کہ اس کو نص صریح کہہ رہے ہیں عین الھدایہ: ۱۲۵/۲ میں ہے اسی طرح علامہ دمشقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث کرتے

ہوئے فرماتے ہیں ''واتفقوا على ان التحريم باالرضاع يثبت اذا حصل في سنتين واختلفوا في مازاد على الحولين ،فقال ابو حنيفة يثبت الى حولين ونصف وقال زفر ثلاث سنتين وقال مالك والشافعي واحمد الامر سنتان فقط واستحسن مالك ان يحرم بعد بما الى شهر وقال داؤد دور رضاع الكبير يحرم ،، یعنی دوسال پر ائمہ کا اتفاق ہے اس سے زائد مدت میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اڑھائی سال، امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک تین سال، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسال اور ایک قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دوسال اور ایک مہینہ ہے امام داؤد ظاہری کے نزدیک تمام عمر مدت رضاعت ہے (رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص۳۱۷) سید امیر علی لکھتے ہیں'' مالکیہ کے نزدیک دوسال کے بعد بھی ایک ماہ تک رضاعت ثابت ہے حتیٰ کہ بعض کے نزدیک تمام عمر مدت رضاعت ہے (عین الھدایہ: ۱۲۴/۲) لہٰذا ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۳ اس مسئلہ میں صریح نہیں تبھی تو مجتہدین اس میں اجتہاد فرما رہے ہیں اور اجتہادی مسئلہ میں خطاء واقع ہونا ایک واضح مسئلہ ہے اور اجتہادی خطاء میں مجتہد مطعون نہیں جیسا کہ شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اجتہادی خطاء میں نقل کر چکا ہوں مجتہد کو ثواب ہے عذاب نہیں اگر پھر بھی کوئی مجتہد کو مطعون کرتا ہے تو اس کے منکر حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد ہونے میں تو کسی کو شک نہیں

(نمبر۲) دودھ چھڑانے کے حوالے سے ایک آیت اور بھی ہے ''وحمله وفصاله ثلثون شهرا ،، (سورۃ احقاف آیت ۱۵) اس کے بارے میں مختلف تفاسیر ہیں ان میں ایک تفسیر یہ ہے ''مدت حمل کے زیادہ سے زیادہ ہونے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نزدیک دوسال، امام

مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چار سال، پانچ سال، سات سال تک کی روایات ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک قول میں چار سال، اور دوسرے قول کے مطابق دو سال ہے (تفسیر مظهری: ۸/۴۰۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے "اذا حملت تسعته اشهرا رضعت احدی وعشرين شهرا وان حملت سبعته اشهرا رضعت ثلاثه وعشرين شهرا وان حملت سته اشهرا رضعت اربعته وعشرين شهرا"

ترجمہ۔ یعنی اگر حمل نو ماہ کا ہے تو رضاعت اکیس ماہ کی حمل اگر سات ماہ کا ہے تو رضاعت تو تیئس ماہ، اور اگر حمل چھ ماہ کا ہے تو رضاعت دو سال ہوگی

(۱) تفسیر ابن جریر: ۲/۳۰۲ (۲) تفسیر قرطبی: ۱۶/۱۹۳

(۳) تفسیر خازن: ۴/۱۲۵ (۴) تفسیر مظهری: ۸/۴۰۸

(۵) تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۴۱

لہٰذا غور فرمائیں کہ عموماً حمل جو معروف ہے وہ نو ماہ کا ہے اس صورت میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۳ کا تقاضہ پورا نہیں ہوتا اور اگر امام شافعی و امام احمد کے مسلک کے مطابق مدت حمل تیس ماہ سے تجاوز کر جائے تو مدت رضاعت تو بالکل ختم ہو جائے گی معلوم ہوا کہ یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے (نمبر ۳) صاحب ھدایہ نے دو قسم کی عورتوں کا ذکر فرمایا پہلی وہ عورت جو خاوند کے نکاح میں ہے اور بلا اجرت دودھ پلاتی ہے اس کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل آیت "ثلاثون شهرا"، ہے دوسری عورت جو مطلقہ ہے چونکہ وہ بچہ کو دودھ پلانے کی مکلف نہیں لہٰذا اس کی اجرت شریعت نے مقرر کر دی اس صورت میں اگر بچہ صحت مند ہے تو دو سال سے پہلے دودھ چھڑایا جا سکتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳ میں ہے اور اگر وہ ابھی صحت مند نہیں اس کو دودھ کی ضرورت

ہے تو اس کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کی اجازت ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر ۲/۳۰۲ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی دو برس کے بعد ایک ماہ تک مدت رضاعت ہے (عين الهدايه: ۲/۱۲٤) یہاں تک تو بحث تھی کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے قرائن بھی موجود ہیں اور باقی رہا مسئلہ اس اجتہادی اختلاف میں مفتیٰ بہ قول کا تو وہ یہ ہے

❁ مدت رضاعت میں فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول ❁

مدت رضاعت میں مفتیٰ بہ قول، قول صاحبین (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے چنانچہ "ردالمحتار کتاب الرضاع اور فتح القدیر کتاب الرضاع"، میں صراحت موجود ہے کہ صاحبین کا قول زیادہ صحیح ہے اور ان کا قول مدت رضاعت دو سال کا ہے اسی طرح "ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ"، فرماتے ہیں "رضاعت کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے (تفسیرات احمدیہ اردو ص۱۷۳)

❁ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے قول سے رجوع ❁

بعض حضرات کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اس قول سے رجوع ثابت ہے جیسا کہ علامہ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں "عن ابی حنيفة رواية اخرى، كقول ابی يوسف و محمد"، ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے آخری روایت قول امام ابی یوسف و امام محمد رحمہ اللہ علیہما (دو سال) جیسی ہے۔ (زادالمعاد: ۵/۵۷۸ طبع بیروت)

❁ ذرا اپنے گھر کی خبر بھی دیکھئے ❁

ہم پر تو قرآن و سنت کے خلاف مسئلہ پر عمل کرنے کا الزام تھا اس کا جواب ملاحظہ فرمایا اب ذرا ان غیر مقلدین کے اپنے گھر کا معاملہ دیکھئے جو سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہے ان کے مذہب و مسلک کے ترجمان قاضی شوکانی لکھتے ہیں "يجوز ارضاع الكبير ولو كان ذا لحيته

لتجویز النظر،، یعنی پردہ سے بچنے کیلئے داڑھی والے آدمی کیلئے بھی جائز ہے اس سے حرمت رضاعت ظاہر ہو جائے گی،،

(الدرر البهيه ص ٣٤)

ان کے ایک اور مجتہد و محقق کا فتوی ملاحظہ ہو نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں ''گویا ارضاع رضاع الکبیر بنا بر تجویز نظر جائز است،، یعنی بڑی عمر والا بھی پردہ سے بچنے کیلئے دودھ پی سکتا ہے اور رضاعت ثابت ہوگی (عرف الجادی ص۱۳۰) ان کے ایک اور مستند مولوی اور فقہ حنفی سے خصوصی بغض رکھنے والے ''محمد جونا گڑھی،، لکھتے ہیں ''سلف کی ایک جماعت کا یہی (یعنی داڑھی والا دودھ پی سکتا ہے) فتوی ہے (فتاوٰی نبوی ص۶۰) نیز لکھتے ہیں ''کیا عجب یہی مسلک سب سے زیادہ قوی ہو اور ہمارے شیخ بھی اسی طرف مائل ہیں (فتاوٰی نبوی ص۶۱) اب ذرا دیکھئے کیا کسی غیر مقلد نے ان فتاوٰی کے خلاف بھی شور مچایا ہے ہمارے ایک غیر مفتٰی بہ قول کولیکر کم علم لوگوں کو بیوقوف بنانے کا حربہ کرنا کونسی دینی خدمت ہے

❁ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ❁

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی سننے اور ماننے پر، آسانی اور دشواری، خوشی اور رنج ہر ایک حالت میں اور'' وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ أَهْلَهُ،، یعنی ہم کسی امر کے اہل سے جھگڑا نہیں کریں گے (سنن نسائی: ۱۹۳/۳ کتاب البيعة رقم الحديث ٤١٥٦)

حضور ﷺ کے اس اصول کو ساری دنیا نے قبول کیا ہے اس لئے ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ جسٹس سے اختلاف رائے کا حق جسٹس کو ہے کسی ملزم کو نہیں ڈاکٹر سے اختلاف رائے کا حق کسی ڈاکٹر کو ہے مریض کو نہیں، محدث سے اختلاف رائے کا حق محدث کو ہے حدیث کی کسی کتاب کے اردو پڑھنے والے کو نہیں کیونکہ وہ نا اہل ہے، اسی طرح مجتہد سے اختلاف رائے کا حق کسی مجتہد کو تو ہے لیکن کسی حکیم یا دکاندار کو نہیں، غور فرمائیں غیر مقلدین کی اکثریت اسی وباء میں مبتلا ہے خود مجتہد نہ ہوتے

ہوئے مجتہد اعظم سے جھگڑ رہے ہیں اختلاف کر رہے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کر رہے ہیں ورنہ کسی بھی غیر مقلد کو لوگوں کے سامنے بٹھا لیں اور اس کو کسی ڈاکٹر کے پانچ نسخے اور ڈاکٹری کی کتاب، کسی جسٹس کے پانچ فیصلے اور قانون کی کتاب، کسی انجنیئر کے پانچ نقشے اور اس فن کی کتاب دے دیں تو وہ جو ڈاکٹر کی غلطیاں نکالے اس کو ڈاکٹروں کے بیچ میں، جسٹس کی غلطیوں کو جسٹس صاحبان کے بیچ میں، انجنیئروں کے نقشوں کی غلطیاں انجنیئروں کے بیچ میں، تو یقیناً وہ اس غیر مقلد کو پورا بورڈ پاگل خانے داخل کروانے کی سفارش کرے گا آزمائش شرط ہے اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

﴿علمی نقطہ﴾ کوئی بھی غیر مقلد جب قرآن و حدیث اور فقہ میں مخالفت ثابت کرنے کی کوشش کرے تو تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

۱۔ قرآن و حدیث کا پورا علم ہو یعنی جاہل کیا ثبوت دے گا اور تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر دلیل دے کوئی آیت یا حدیث اس کے معارض نہ ہو

۲۔ فقہ کے مسئلہ کو پورا اور صحیح سمجھا ہو ادھورا مسئلہ بیان کر کے یا کم علمی کی وجہ سے دوسروں کو بیوقوف نہ بناتا ہو

۳۔ فقہاء نے جو اس کی دلیل بیان کی ہو تو اس کا جواب دے اور وہ کوئی بات صریح آیت یا صریح حدیث کے علاوہ نہ کرے

❁ حضور نبی کریم ﷺ کا اجتہادی معاملہ میں فیصلہ ❁

حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور بڑی تاکید سے فرمایا ''لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَه،، یعنی کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں (صحيح بخارى: ٥٩١/٢، صحيح مسلم٤: ح٤٨٧، سنن ابن ماجه: ح٢٨٦٦، مسند احمد: ح٢٢٧٧٧، صحيح ابن حبان: ح٤٥٤٧، سنن الكبرىٰ بيهقى: ح١٦٩٩٢، مستخرج ابى عوانه: ح

۵۷۲۸،مصنف ابن ابی شیبة: ح۳۸٤۱۲،موطا امام مالك: ح۱٦۲۰)

یہ حدیث خود صحابہ نے نبی ﷺ سے سنی جوان کے حق میں قطعی الثبوت بھی تھی اور قطعی الدلالت بھی مگر جب راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا بعض صحابہ نے راستے میں نماز پڑھی اور بعض نے بنو قریظہ میں، جب واپسی پر حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو حضور ﷺ نے کسی پر کوئی اعتراض نہ کیا اس اجتہادی اختلاف پر نہ تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے صحابہ میں کچھ قرآن کے خلاف کام کرنے والے ہیں اور کچھ صحیح صریح حدیث کے خلاف، اگر کسی کو سنت رسول اللہ ﷺ سے مخالفت کا شوق ہے تو بے شک اجتہادی مسائل کو قرآن و حدیث کے خلاف کہتا رہے

❁ سور کی کھال کا مسئلہ ❁

اعتراض نمبر۲: حنفیوں کی کتاب منیہ ص ۷۴ میں لکھا ہے کہ سور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ میں، جبکہ سور نجس العین ہے لہٰذا قرآن کے خلاف ہے

جواب: فقہ حنفی کا مفتی بہ اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ خنزیر اور اس کے تمام اجزاء نجس العین ہیں دیکھئے منیۃ المصلی ص ٦٦ میں، خنزیر کے تمام اجزاء پیشاب اور پاخانے کی طرح ناپاک ہیں (منیۃ المصلی ص ٦٤) اصحاب ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ) سے ظاہر روایت یہی ہے کہ سور نجس العین ہے اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی (منیۃ المصلی ٦٤) یہی مذہب حنفی ہے یہی قول معمول بہا ہے جس عبارت کا حوالہ "حقیقۃ الفقہ" والے نے دیا ہے وہ عبارت مع شرح "منیۃ" یہ ہے

"وذکر فی نوادر ابی الوفا قال یعقوب یعنی ابا یوسف لو صلی فی جلد خنزیر مدبوغ جاز وقد اساء بناء علی انه یطهر بالدباغ عنده فی غیر ظاهر الروایة وقد تقدم وقال ابو حنیفة ومحمد لا تجوز الصلاة فیه ولا

یطهر بالدباغة وقد مران هذا هو ظاهر الروایة عن ابی یوسف ایضًا"

برمنیة المصلی ص٦٤ حاشیه۷، کبیری ص۱۹۵ متن منیة المصلی ......ص۹۰،حلیة المحلی شرح منیة المصلی میں بھی اس روایت کو شاذہ کہا ہے

اس میں واضح ہے کہ اس قول کو غیر ظاہر الروایۃ کہا ہے اور (پھر ظاہر الروایت جو مفتی بہ قول ہے جس پر عمل ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا قول کہ، دباغت سے سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا، اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور ایک غیر مفتی بہ قول پیش کر کے دھوکہ دیا۔ حالانکہ علامہ عبدالرحمٰن الدمشقی فرماتے ہیں "جلود المیة کلها تطهر بالدباغ الا جلد الخنزیر عند ابی حنیفة"، ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنزیر کے علاوہ ہر مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے (رحمة الامه ص۹)

اسی طرح صحیح روایت میں ہے "حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا" ایما اهاب دبغ فقد طهر"، جس چمڑا کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے

(صحیح مسلم: ۱/۱۹۱ رقم۸۳۸، سنن ترمذی: رقم۱۷۲۸، سنن نسائی رقم ٤٥٦۷، سنن دار قطنی رقم۱۲٤، صحیح ابن حبان رقم۱۲۸۷، مسند احمد ۱۸۹۵، مسند حمیدی رقم٥۱٤، مسند شافعی رقم ۱۹، سنن ابن ماجه رقم۳٦۰۹، مستخرج ابی عوانه رقم ٥٦۱)

غیر مقلدین کے معروف بزرگ مولانا شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "والحدیث دلیل لمن قال ان الدباغ مطهر لجلد میتة کل حیوان کما یفید لفظ عموم کلمة "أیما"، وکذالك لفظ "الاهاب"، یشمل بعمومه جلد المأکول اللحم وغیره"،

ترجمہ: "یہ حدیث اس شخص کی دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ دباغت ہر مردہ حیوان کے چمڑے کو پاک

کرنے والی ہے جیسے ایماء کا عموم اس کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح لفظ ''اهاب'' اپنے عموم کے لحاظ سے حلال اور حرام ہر چمڑا کو شامل ہے (عون المعبود: ۱۱۴۳/۹ مطبوعه مدينة المنوره) حقیقۃ الفقہ والا مولانا بھی عجیب آدمی ہے کہ اسی صفحہ ۲۰۳ پر ''درمختار: ۱۰۴/۱'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے ''سور کے کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے''

❁ غیر مقلدین کے گھر کا مسئلہ ❁

غیر مقلدین کے محقق اور محدث، علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں ''ايما اهاب دبغ فقد طهر مثله المثانة و الكرش واستثنىٰ بعض اصحابنا جلد الخنزير و الآدمى والصحيح عدم الاستثناء''، ترجمہ: جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے مثانہ اور اوجھڑی میں اسی طرح ہے ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے حالانکہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں: (نزل الابرار: ۲۹/۱ مطبوعه بنارس)

اعتراض نمبر ۳: صاحب ہدایہ لکھتے ہیں ''اگر شراب خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ملا کر اسے سرکہ بنالیا تو کراہت نہیں''، دیکھئے ''کیا فقہ حنفی قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے ص ۴۴، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جواب: یہ مسئلہ احادیث کے عین مطابق ہے شراب سے سرکہ بنالینے کی اجازت درج ذیل روایات سے ثابت ہے

(۱) حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ''

ترجمہ۔ تمہارے سرکوں میں بہترین شراب کا سرکہ ہے

(۱) معرفة السنن والآثار بيهقى: ۲۲۶/۸ رقم ۱۱۷۲۳ (۲) نصب الراية: ۳۱۱/۴

(۳) المقاصد الحسنة للسخاوى: ۳۳۳/۱ رقم ۴۵۶

(۲) عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ يُقَالُ أُمُّ

حِراشٍ أَنَّهَا رَأَتْ عَلِيًّا يَصْطَبِغُ بِخَلِّ خَمْرٍ۔

ترجمہ: ام حراش کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شراب سے بنے ہوئے سرکے کو بطور سالن استعمال کرتے ہوئے دیکھا

(۱) مصنف عبدالرزاق ۲۵۲/۹ رقم ۱۷۱۰۷ (۲) سنن الكبرى بيهقى ۳۸/۶ رقم ۱۱۵۳۵

(۳) النهاية غريب الأثر ۷۲۳/۴ (۴) كنز العمال ۴۵۳/۵ رقم ۴۱۷۹۸

(۳) عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدُ الْعَزِيزِ التَّنُوخِيِّ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَرَجُلٌ يَتَغَدَّى فَدَعَاهُ إِلَى طَعَامِهِ فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكَ؟ قَالَ خُبْزٌ، وَمُرِيٌّ وَزَيْتٌ، قَالَ: الْمُرِيُّ الَّذِي يُصْنَعُ مِنَ الْخَمْرِ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: هُوَ خَمْرٌ فَتَوَاعَدَا إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَسَأَلَاهُ، فَقَالَ: ذَبَحَتْ خَمْرَهَا الشَّمْسُ، وَالْمِلْحُ وَالْحِيتَانُ، يَقُولُ: لَا بَأْسَ بِهِ۔

ترجمہ۔ عطیہ بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو کھانا کھا رہا تھا اس نے اسے کھانے کی دعوت دی اس نے پوچھا کیا کھانا ہے؟ اس نے کہا روٹی اور مری اور تیل اس نے پوچھا وہ مری جو شراب سے بنائی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے یہ شراب ہی ہے پھر دونوں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے (اس کے متعلق) دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ اس کے نشے کو دھوپ اور نمک اور مچھلی کی آمیزش نے ختم کردیا ہے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں

(۱) مصنف عبدالرزاق: ۲۵۲/۹ رقم ۱۷۱۰۹ (۲) فتح الباری شرح بخاری: ۶۱۷/۹

(۴) حَدَّثَنَا أَزْهَرُ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ، لَا يَقُولُ: خَلَّ خَمْرٍ وَيَقُولُ خَلَّ الْعِنَبِ، وَكَانَ يَصْطَبِغُ فِيهِ۔

ترجمہ: ابن عون کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ "شراب کا سرکہ"، کی بجائے "انگور کا سرکہ"، کہتے تھے اور اس کو سالن کے طور پر استعمال کرتے تھے

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳/۸ رقم ۲٤٥٧١ (۲) کتاب الاموال لابی عبید: ص۱۳۹ رقم ۲٥۲

(۵) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ مِمَّا كَانَ خَمْرًا فَصَارَ خَلًّا۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شراب سے بنے ہوئے سرکے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳/۸ رقم ۲٤٥٧٠ (۲) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ۲٦۱/۱

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے: دیکھئے مصنف ابن ابی شیبۃ تحقیق محمد عوامہ ۱۳/۸ رقم ۲٤٥٧۳، ۲٤٥٧٤

لہٰذا یہ اعتراض صرف تعصب کی بناء پر ہے اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے

اعتراض نمبر۴: فقہ حنفی میں ہے کہ نماز میں "پچھلی دونوں رکعتوں میں اگر کچھ بھی نہ پڑھے تو درست ہے"، (حقیقۃ الفقہ ص۲۰۹) اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں "بالکل خلاف حدیث ہے"، بخاری مطبوعہ احمدی میرٹھ ص۱۰۷۔ اسی طرح طالب الرحمٰن غیر مقلد نے بھی یہی اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث کے خلاف ہے دیکھئے "کیا فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟ ص۳۷، ۳۸ لکھتے ہیں "اب لیجئے احناف منفرد کیلئے بھی رعایت دیتے ہیں قرأت فرض نمازوں میں دو رکعتوں میں واجب ہے دوسری رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے تو خاموش رہے چاہے تو قرأت کرے اور چاہے تو تسبیح کہہ لے"،

جواب: فقہ حنفی میں ہے کہ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھنا سنت ہے جیسا کہ نور الایضاح

ص۱۱۷ مطبوعہ قادریہ لاھور اور طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱٤۷ میں ہے ھدایہ کی اس عبارت کی شرح میں سید امیر علی "عین الھدایہ: ۷۰۸/۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاھور"، میں لکھتے ہیں "مگر افضل یہ ہے کہ اخیرین میں پڑھے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت کی ہے ف۔ یعنی کبھی ترک کے ساتھ تو واجب نہیں.................. مترجم کے نزدیک قرأت سے سورۃ فاتحہ پڑھ لینا صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے واللہ تعالیٰ اعلم" باقی رہ گیا وہ قول جو ھدایہ کا نقل ہوا اس کی دلیل حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں

(۱) حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَلِيٍّ وَ عَبْدُاللّٰهِ، أَنَّهُمَا قَالَا اِقْرَأْ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ سَبِّحْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ

ترجمہ: ابو اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے (نماز کی) پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۲/۱ رقم ۳۷٦۳) اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲/۱ میں ایک پورا باب ہے "مَنْ كَانَ يَقُولُ: سَبِّحْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا يَقْرَأْ"، جس میں حدیث نمبر ۳۷٦۳ سے لے کر ۳۷٦۸ تک حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت ابراہیم نخعی، حضرت اسود رحمہ اللہ وغیرہ سے روایات منقول ہیں، اسی طرح مصنف عبدالرزاق ۱۰۰/۲: رقم ۲٦٥۷، ۲٦٥۸، ۲٦٥۹ میں اسی قسم کی روایات منقول ہیں

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی حتیٰ کہ نمازوں میں بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا "فَأَمُدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ"، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا

(١)صحیح بخاری: ١/١٩٥رقم٧٧٠باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الأخریین
(٢)صحیح مسلم: ٢/٣٨رقم١٠٤٤ (٣)سنن ابی داؤد: ١/٢٩٥رقم٨٠٣
(٤)سنن نسائی: ٢/١٧٤رقم١٠٠٢ (٥)مسند احمد بن حنبل: ١/١٧٦رقم١٥١٨
(٦)صحیح ابن ابی حبان: ٥/١٦٨رقم١٨٥٩ (٧)مسند البزار٣/٢٨٣رقم١٠٦٢
(٨)مسند الطیالسی: ١/١٧٥رقم٢١٣ (٩)مسند ابی یعلیٰ: ٢/٥٣رقم٦٩٢
(١٠)مسند ابی الجعد: ١/١٠٠رقم٥٩٣

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایات موطا امام محمد ص٩٧،٩٨، کتاب الآثار لابی یوسف ص١١٠ میں موجود ہیں

اعتراض نمبر۵: جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دے کر) زنا کرے تو حد نہیں (حقیقۃ الفقہ ص٢٢٢)

جواب: اس اعتراض کو غیر مقلدین نے حقیقۃ الفقہ میں لکھا اس کے علاوہ کئی کتابوں میں یہ اعتراض کر کے فقہ حنفی کو قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی دراصل یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ ان کو فقہ نہیں آتی اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [من یرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدّین] اللہ جس پر کرم کرتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنادیتا ہے

(١)صحیح بخاری: ١/٢٧ (٢)صحیح مسلم: ٣/٩٤رقم٢٤٣٦
(٣)مسند احمد بن حنبل: ١/٣٠٦رقم٢٧٩١ (٤)صحیح ابن حبان: ١/٢٩١رقم٨٩
(٥)سنن ترمذی: رقم٢٦٤٥ (٦)سنن الدارمی: رقم٢٢٥
(٧)مسند البزار: رقم٧٧١٨ (٨)مصنف ابن ابی شیبة: ح٣١٦٩٢

اسلام میں جو کام گناہ کبیرہ ہیں ان پر شرعی سزا دی جاتی ہے اس سزا کی دو قسمیں ہیں (١) حد (٢) تعزیر:
حد وہ سزا ہے جو نص قطعی یا اجماع قطعی سے مقرر ہو اس میں کمی بیشی کا اختیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کو نہیں، یہ حدود قیاس واجتہاد سے ثابت نہیں ہوتیں اور بنص حدیث شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں
دوسری قسم سزا کی تعزیر ہے جو ہر اس گناہ پر لگائی جاتی ہے جس میں شرعی حد ثابت نہ ہو یا شبہ کی وجہ

سے حد ساقط ہوجائے چنانچہ "ہدایہ: ٢/١٠٢"، میں ہے
"أنه ارتكب جريمة وليس فيها حد مقرر فيعزر"
بے شک جس شخص نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس میں حد مقرر نہیں تو تعزیر لگائی جائے گی:
تعزیر کی سزا قید سے بھی دی جاسکتی ہے کوڑوں سے بھی اور قتل سے بھی جیسے "الدر المختار ٤/٦٢"، میں ہے "ویکون التعزیر بالقتل"، لہٰذا حد نہ ہونے کا مطلب یہ لینا کہ کوئی گناہ نہیں یا کوئی سزا نہیں یہ صرف دھوکہ ہے یا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے

❁ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں ❁

یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے
"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ادْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ، فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ"
ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کیلئے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، امام کا غلطی سے معاف کردینا، غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے

(١)سنن ترمذی: ٣/٨٥رقم١٤٢٤ (٢)سنن الدار قطنی: ٧/٤٠٦رقم٣١٤١
(٣) شرح السنه للبغوی: ١٠/٣٣٠ (٤)مصنف ابن ابی شیبة: ٩/٥٦٩رقم٢٩٠٩٤
(٥)معرفة السنن والآثار للبیهقی: ٦/٣٥٨ (٦)سنن الکبریٰ للبیهقی: ٨/٤١٣رقم١٧٠٥٧
(٧)الاستذکار: ٩/١١ (٨)شرح مسند ابی حنیفة للملا علی قاری: ١/١٨٦
(٩)بستان الاخبار مختصر نیل الاوطار: ٥/٩٦ (١٠)عمدة القاری شرح صحیح بخاری: ٢٠/٢٥٩
(١١)البدر المنیر: ٨/٦١٢ (١٢) المسند الجامع: ٥٠/٣٩٢

(۱۳)التلخیص الحبیر: ۲/ ۱۶۰رقم۱۷۵٤ (۱٤)نصب الرایة: ۳/ ۳۰۹
(۱۵)المقاصدالحسنة: ۱/ ۷۵ (۱٦)الدرایة: ۲/ ۹٤رقم ٦٤۰
(۱۷)بلوغ المرام: ۱/ ٤۸٦رقم ۱۲۲۰ (۱۸)کنزالعمال: ۵/ ۳۰۹رقم۱۲۹۷۱

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ملاحظہ فرمایئے درج ذیل کتب

(۱)جامع المسانید: ۲/ ۲۱٤ (۲)کنز العمال : ۳/ ۷۳۵رقم ۸٦۱۰
(۳)جامع الاحادیث: ۲۵/ ۳٤۲ (٤)التبویب الموضوعی للأحادیث: ۱/ ۹٦٦۹
(۵)سنن الکبری للبیہقی: ۸/ ٤۱٤رقم۱۷۰٦۱ (٦)معرفة السنن والآثار: ۱۳/ ۳۰۸رقم۱۸۲۸۵

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے (بلوغ المرام: ۱/ ٤۸٦رقم۱۲۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے

(۱)الفتح الکبیر: ۱/ ۵۸(۲)سنن الکبری للبیہقی: ۸/ ۲۳۸رقم۱٦۸۳۹(۳)الدرالمنثرة: ۱/ ٦٦

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے: مصنف عبد الرزاق: ۱۰/ ۱٦٦رقم ۱۸٦۹۸

معلوم ہوا کہ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو کوئی سزا بھی نہیں بلکہ اس پر تعزیر ہے اس زیر بحث مسئلہ میں بھی شرعی طور پر کوئی حد مقرر نہیں لہذا اس پر تعزیر ہے اگر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ اس مسئلہ میں حد مقرر ہے تو دلیل پیش کرے ورنہ اس کو کوئی اعتراض کا حق نہیں

اعتراض نمبر ٦: طالب الرحمٰن غیر مقلد لکھتا ہے ''زبردستی کی طلاق یا نکاح اسلام میں جائز نہیں ایک حدیث امام بخاری نے نقل کی انظر رقم ۵۱۳۸......... اب احناف کی بھی سن لیجئے فرماتے ہیں [اگر کوئی شخص کسی عورت پر یہ دعوٰی کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ عورت انکار کرے پھر یہ شخص جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ لے لے تو ایسی صورت میں اس کیلئے اس عورت سے جماع جائز ہوگا اور اس عورت کا اپنے آپ کو اس کے قابو میں کر دینا جائز ہوگا امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق بھی جائز ہے

(فتاوٰی عالمگیری۳۳۰۰، ۳۵۱،۳۵) بحوالہ کیا فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟ صفحہ ۳٦، ۳۷

جواب: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حق ہے اور غیر مقلد حق سے دور ہے اس کے دلائل ملاحظہ فرمایئے (اعَـنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَ هَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّکَاحُ وَ الطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ہیں جن کا سچ تو سچ ہے جھوٹ بھی سچ ہے نکاح، طلاق اور رجعت

(۱)جامع ترمذی: ۵/ ٤۹رقم۱۲۲۱ (۲) سنن ابو داؤد: ۲/ ۲۲۵رقم۲۱۹٦
(۳)سنن ابن ماجه : ۳/ ۱۹۷رقم۲۰۳۹ (٤)سنن الدارقطنی: ٤/ ۳۷۹رقم ۳٦۳۵،۳٦۳٦،۳٦۳۷،۳٦۳۸
(۵)سنن الکبری للبیہقی: ۷/ ۳٤۰رقم۱۵۳۸۸
(٦)معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۱۱/ ٤۳،٤٤رقم ٤٦٦۸
(۷)المستدرك للحاکم: ۲/ ۲۱٦رقم ۲۸۰۰ (۸)سنن سعید بن منصور: ۱/ ۳٦۹رقم۱٦۰۳
(۹)المنتقی من السنن المسندة لابن الجارود: ۱/ ۱۷۸رقم۷۱۲(۱۰) شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/ ۹۸رقم٤٦۵٤
(۱۱)جامع المسانید للخوارزمی: ۲/ ۸۲ (۱۲)شرح السنة للبغوی: ۹/ ۲۱۹رقم۲۳۵٦

❁ جبرًا طلاق دلوانے کا واقعہ اور نبی ﷺ کا فیصلہ ❁

(۱) حضرت صفوان بن عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص سو رہا تھا تو اس کی بیوی اٹھی اور ہاتھ میں چھری لے کر اس کے سینے پر بیٹھ گئی کہنے لگی مجھے تین طلاقیں دے ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی تو اس شخص نے تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا [لَا قَیْلُوْلَةَ فِی الطَّلَاقِ] طلاق میں قیلولہ نہیں ہے

(۱)سنن سعید بن منصور: ۱/ ۲۷۵رقم: ۱۱۳ (۲)شرح سنن ابن ماجه للسیوطی: ۱/ ۱٤۷
(۳)سبل السلام: ۳/ ۱۸۱ (٤)البدرالمنیر: ۸/ ۱۱۸
(۵) التلخیص الحبیر: ۳/ ٤٦۸ (٦) تنقیح التحقیق لابن عبدالهادی: ٤/ ٤۱۲رقم۲۸۲۷
(۷)نصب الرایة : ۳/ ۲۲۲ (۸)الدرایة : ۲/ ٦۹

(۹)الاصابة فی تمیز الصحابة : ۳ /۴۳۷رقم۴۰۸۷(۱۰)المبسوط للسرخسی: ٦ /٦١٧
(۱۱)بدائع الصنائع : ۷ /٥٤ (۱۲)فتح القدیر لابن همام : ۷ /٤٩٧
(۱۳)المحلیٰ: ۸ /۳۳۳ (۱٤)نیل الأوطار: ۷ /١٤

❁ جبری طلاق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ❁

(۲) ایک عورت نے جبراً اپنے شوہر سے طلاق مانگی تو اس نے تین طلاقیں دے دیں [فَـرُفِعَ اِلَیٰ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَـأَبَانَهَا مِنهُ] یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس شخص کی بیوی اس سے جدا کردی

(۱)سنن الکبریٰ للبیهقی : ۷ /۳٥۷رقم١٥٤٩٦(۲)مسند ابن الجعد : ۱ /۳۳٥
(۳)غریب الحدیث لابی عبید الله ابن سلام : ۳ /۳۲۲(٤)المنة الکبریٰ: ۱ /۲۹۹
(٥)نصب الرایة :۳ /۲۲٤ (٦)مسند الفاروق لابن کثیر : ۱/٤١٦
(۷)سدالذرائع و التحریم الحیل لابن القیم: ٤/٤٣٢ (۸)مختصر خلافیات للبیهقی: ٤ /۲۲۳
(۹)أعلام الموقعین: ٤ /٥٢ (۱۰)زادالمعاد :٥ /۲٦٦،۲۹۱
(۱۱)معرفة السنن و الآثار للبیهقی: ٥ /٤٩٤

لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں طالب الرحمٰن غیر مقلد کی بات غلط اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست اور فقہ حنفی قرآن وسنت کے عین مطابق ہے ان غیر مقلدین کے سارے اعتراض ایسے ہی ہیں یہ مضمون اتنی طوالت کا محتمل نہیں ہوسکتا کہ سارے اعتراضات کا احاطہ کیا جائے عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور متعصب ،ضدی اور جاہل کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے اللہ تعالیٰ حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے

۱۴اگست۲۰۱۳ء۶شوال۱۴۳۴ھ

❁ وما توفیقی الا باللّٰه العلی العظیم ❁